



یہ لوگ سفر کیلئے ہوئے نہیں موزوں  
یہ لوگ اپنے گھر میں نہیں رہتے



کیا بات ہے؟ بڑی تھکی تھکی سی لگ رہی  
 ہو۔ اپنے تھکے خوش تو ہوئیں؟  
 بی بی خانم کے پر تشویش انداز اور شوقی نظروں  
 نے مجھے ایک آگ سی بھڑکی تھی۔ اس کے یوں پر  
 کچھ مگر ہندوئی تھی۔

بی بی خانم - بڑے لوگ کہتے ہیں اس واسطے کہ میرا  
 نصیب چھوڑا ایک کم سن بچے سے۔ اتنا بڑا ظلم کہ میرا  
 اس کی کوئی حد تھیں نہ بی بی خانم! میری ہوں میں کہ  
 اس نے اس کو بھی عاشقان جو علی میں تھوڑا تھوڑا میرا ہے وہاں  
 رنگ روپ کھیل کر ہی بن رہا ہے کیا آپ کو مجھ کو پرہیز  
 نہیں آتا۔ آٹھ مہینے ہوئے ہیں اس سے کہ میں اس کو  
 کب ختم ہو گا کم از کم کوئی حد تو مقرر کر دیتے ہیں اس غلام  
 راہ کی۔

نہ چھپے ہوئے ان کے ہاتھ جھٹک دیئے "جنب وہ  
 جوان ہو گا تو میں بوسہ آپ کی مثل یہ قدم رکھ چکی ہوں  
 کی لیلیٰ خانم۔"

پھر اس نے غیب سی نظروں سے انہیں دیکھا۔  
 "خود کا صرغ نام ہی تو میں چاہے یہ ہو تا اس  
 کے شوق کا مکمل اور غوص اسگون بھر انظار بھی نہ کر  
 ہو تا۔ وگرت عورت نامکمل نہ جانی ہے میں اپنی  
 تکمیل کے لیے کون سا اور کھلم کھاناؤں۔ بتائیے۔" وہ  
 طعنے بولی۔

ایسے میں نرمی اور کلمی ملازم کو باری جس نے  
 چارواؤں میں کلمی "ملازم کو باری" کے لئے ہے۔  
 "ملازم کو باری" کے لئے ہے۔  
 انہوں نے باری سے کلمی ملازم کو باری  
 ملازم کو باری کے لئے ہے۔  
 "ملازم کو باری" کے لئے ہے۔  
 "ملازم کو باری" کے لئے ہے۔



شرع اور تہذیب کو اڑانے اس کو استغراق کے عالم سے  
باز رکھنا۔ وہ مانتا دشت فرار لایک کر پیچھے مڑی  
نہی۔  
"تم تم کہاں سے نک پڑے؟" وہ ہراساں و  
بے شمار نظروں سے اس لائے اور مضبوط قدم  
کے پھر پھر وجود کو محو رہی تھی جس کے دیر ہوئی  
میں ایک گرم جوش سی شرارتی مسکراہٹ ملی ہوئی  
تھی۔ براؤن کمری کمری آنکھیں غبار میں لپی اٹھتی سی  
ست دامن ساری تھیں۔ وہ اس کی آنکھوں کی  
ست چمک اور گرجش پر اسرار مسکراہٹ سے ہمیشہ  
خائف ہو کر چڑھتی تھی اسے پون لگتا جیسے یہ محو  
چمک اور گرجش مسکراہٹ سے پھلاری ہو رہا ہے  
بھکاری ہو۔ زندگی کے اسرار و رموز جاننے کی دعوت  
دے رہی ہو۔

اور اپنے اندر کے چور سے ڈر کر وہ اسی طرح اس  
پر چڑھ پڑی تھی۔  
"میں تکلیف ہے جسے۔ کیوں میرا پیچھا لیا  
ہے؟ جہاں جاتی ہوں خود وہاں کی طرح وہیں آگ  
آتے ہو۔" وہ اس پر برس پڑی۔ ساتھ ساتھ سر اسیر  
نظروں سے لھر لھر دیکھ رہی تھی اس شخص کو تو  
کسی کا ڈر نہیں تھا مگر اسے تو اپنی عزت کی حفاظت کا  
احساس تھا۔

"میں خود نہیں آتا۔ میرا وجدان مجھے تم تک لے  
آتا ہے۔" وہ صاف سے بولا۔ "کیا پھر یوں سمجھ لو کہ  
میرے دل کی صدا ہمیں مجھ تک پہنچا لاتی ہے۔" وہ  
امیدوارانہ اس کے نزدیک پھر بیٹھ گیا۔  
"یہ۔ یہ الزام ہے۔" وہ ہلکا گئی۔ "میں بھی  
تمہارے راستے میں نہیں آتی تو خود تم سے بچتا  
چاہتی ہوں۔" وہ اپنے لیے میں جتنی بھرے گی کو شش  
گرہی تھی۔

"تو اسی؟" اس نے کچھ ایسی نظروں سے اسے  
دیکھا کہ زین و آسمان کے سامنے گھوم کر رہ گئے۔ اس  
نے جلدی سے نگاہ چرائی مہلادہ آنکھ کے راستے دل  
تک نہ پہنچ جائے اور اس کے اندر کا حال جان لے۔

"میں ایک شادی شدہ عورت ہوں۔ خدا کے  
واسطے میری راد میں بول نہ آگے۔" وہ بھکاری کے  
احساس سے روئی۔  
"تم اسے شادی کتنی ہو۔ سب کتنا دلچسپ مذاق  
ہے۔" وہ مس بولا۔  
"زاریہ بے کسی سے ہونٹ چبائے ہوئے اسرار اور  
دیکھنے لگی۔

"میں جا رہی ہوں۔" وہ پھر اسے اندھ کر قدم آگے  
بڑھانے کو کہی۔ جب اس نے اسے روکنے کے لیے  
اس کی سیاہ چوہدار چادر کا ایک کونہ پھینکا۔ بھکاری  
سے چادر زین پر آ رہی۔  
"یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ غصے سے سرخ چہرہ سے  
چادر اٹھانے لگی تو اس کی پٹی کمر پر لہراتے شے سیاہ  
پیل دلی بکھر گئے۔

"تم نے تو کائنات میں اندھیرا پھیلا دیا ہے زارہ  
وہ اس کے قریب آکر بے اختیار اس کی رہی زلفوں  
ہاتھ میں لے کر آگے بڑھی۔  
"ہو۔ مجھے جانے دو۔" وہ دھڑکنے دل سے اسے  
چھڑا کر اس سے دور ہو گئی۔

"میری بات سنو زاریہ۔" وہ دوبارہ اس کے مار  
آگیا اس کے چہرے پر گھیر بخجید گئی تھی۔

"م اپنی زندگی یوں پہلوانہ کرو۔ کیوں خود پر  
کرتی ہو۔ یہ تو اسرار خود کی کے مترادف ہے۔"  
"یہ تو اس غم میں صدیوں سے ہوتا آیا ہے۔"  
جوڑ شاہیاں یہاں کی تربت رسم میں شامل رہی ہیں  
وہ برکت ہو کر کہہ رہی تھی۔

"مگر اتنی حسین اتنی کول لڑکی کے ساتھ ایسا  
ہونا چاہیے کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ۔"

"دل کی بات پر کلن دھرتا ہمارے قبیلے میں  
قرار دیا گیا ہے۔ خاص طور پر عورتوں کے لیے۔"  
کی بات کاٹ کر وہ مسلک کر گیا ہوئی لہجہ حد درجہ  
"میری شادی اگر گھبراہٹوں کے بیٹے سے ہو جائے  
کسی سے بھی نہ ہو پائی۔ میں چلتی ہوں شام  
ہو رہی ہے۔"

"میں میں نہیں اس طرح نہیں جانتے ہوں گے۔"  
اس نے اس کے متقابل ڈر اس کی آنکھوں میں  
بھانک کر حکم لے لیا۔  
"پھر کسی طرح جانے دو گے۔" وہ ڈھی نظروں  
سے اسے دیکھنے لگی۔

"شیردل نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے اس  
کے پاس بہت خوبصورت جواب تھا اس سوال کا مگر  
کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔  
"سنو زاریہ۔" اچانک اس نے زاریہ کے شلنے  
تھام لیے۔ "مجھ سے محبت کرو گی؟" اس نے اپنی  
بھوری لودھی آنکھیں اس کی نیلی پھیل سی آنکھوں  
میں پیوست کر دیں۔

"زاریہ کے جسم میں ایک زیورست حم کار تھا  
سدا ہوا۔ دل خود کے جگر سے میں پھر کتنی مدد دیتی تھی اس  
فکس غصہ سی سے پرواز کرنے کو بے تاب تھی اس کا  
رنگ زرد پر کیا تھا اور جسم یوں کھپا تھا جیسے ایسی لڑکھا  
کر زین یوں ہو جائے گا۔

"جواب دو میں۔" اس نے اپنے ہاتھوں کا دباؤ بڑھا  
سارے حواہا۔

"مجھ سے اس طرح کی باتیں مت کیا کرو۔ میں  
جہیں کتنی مرتبہ ٹوک چکی ہوں۔" وہ بھراے ہوئے  
لڑیہ لہجے میں گویا ہوئی۔ اس کے دل سے شلنے سے  
انجھ رہے تھے۔ خود پر ہشتکل قابو پاری تھی۔ اس کا  
تھکنی بری طرح اچھ رہا تھا۔

"ہو۔ مجھے جانے دو۔" وہ ششکلی سے نظر پھیر کر  
بولی۔

"ہر دفعہ بیٹے ہٹانے کی باتیں کیوں کرتی ہو دیکھو۔  
زندگی پر تمہارا بھی کچھ حق ہے۔ اپنے جسے کی تمہیں  
خوشیاں اور راتیں کشید کرنا تمہارا جائز استحقاق ہے۔  
اسے بھوجو کیوں کرتی ہو۔" وہ اس کی نیلی پھیل کی  
سی سمندر آنکھوں میں بھانک کر رستائے سے سمجھا  
رہا تھا۔

"لب یہ چہرے میرا مقدر نہیں ہو سکتیں اور اگر  
کسی ہو میں بھی تو وسیلہ کل خان ہی ہو گا۔ تم نہیں۔"

وہ مضبوطی سے بولی۔ نظروں کے شور چاہتے پانچواں  
مرکز تھی۔  
"جب تک وہ اس قفس ہوگا تم اپنی زندگی کے  
سری پر ہمارے دن گزار چکی ہو گی انکی "ہو گئی۔"  
خوشیوں سے کیا حاصل۔

اسے لگا جیسے وہ اس کا ستر اڑا رہا ہو۔  
"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ تمہیں غم کرنے کی  
چندال ضرورت نہیں۔" وہ رکھتی تھی اس کے ہاتھ  
اپنے کندھوں سے جھٹکتے گئی۔

"مجھے ہی تو فکر کرنا ہو گی۔ اب تم میری رات کا  
حصہ بن چکی ہو۔" اس نے اس کے دونوں ہاتھ  
سوات سے اپنے کواہ میں کسے تھے لہر کھٹکے اور  
مخوڑ تھا۔

"کھول کر دو گئی۔  
"میں مد میں رہو شیردل۔" اس نے ہلکے سے  
اپنے ہاتھ چھڑا کر اپنے گمراہی ہی ہو تک میں وہاں اس  
سے آگئی بھلا اتنے شومند اور طاقتور مرہ سے وہ جیت  
سکتی تھی۔

"میں تم سے محبت کرنا ہوں زاریہ۔ اور مجھے  
تمہاری ضرورت ہے۔" وہ اسے بازوؤں میں قہقہے  
ہوئے سرگوشی میں بولا۔

"ہم۔ ہم تو مجھے۔" وہ اس کی کرکت میں  
مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی سانس اصل پھل ہوئی  
جاری تھی۔ رزہ کی ہڈی میں کسکی سی پھیل گئی  
تھی کسی کے دلچسپے بات ڈانٹ اس کی رنگ رنگ  
میں پھری دو ڈاڑھا تھا۔

"لب یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تمہارا انیل اور  
جہیں اپنانے کی چاہ نہیں چھوڑ سکتا صرف موت ہی  
مجھے تمہارے ظلم سے آزاد کر سکتی ہے۔ شیردل کا  
لہجہ مضبوط اور بے لگ تھا۔ اس کے منہ کو اوپنے  
اوپنے پانڈوں سے بھی زیادہ بلند اور آہنی تھے۔

"خدا کے لیے مجھے زندہ رہنے دو۔ باقی مشکل  
سے خود کو ذرا دور توڑتی ہوں۔ تم آتے ہو تو تمہارا  
کر کے بکھیر دیتے ہو۔ موت آ کر میرے سامنے

[illegible]

شرقی لکھنؤی ۶۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

[illegible]



چکرائے تھی۔ "کب تم ہو گی رات۔" وہ جھٹکاری تھی۔  
 "نہیں، سناٹا کب رہی۔" اس کے قدموں میں  
 حلقوں کی آڑی تھی۔  
 "اگلی دو مہینے بہت سی ایسی ہی تھوڑی تھوڑی اور  
 عموماً راتیں کافی ہیں زاریہ بیگم۔" اس کے اندر سے  
 کوئی طعنے بولا تھا۔  
 "نہیں۔" وہ تھرا کر رہی تھی۔ بے اختیار اپنے کانوں  
 پر ہاتھ رکھ لے۔ "پاپائی مجھے حوصلہ دے۔ میرے  
 دل کی بے چینوں کو کنارہ نصیب کر۔ ورنہ کچھ  
 ہو جائے گا۔"  
 وہ بے اختیار بستر روندے منہ کر کے لیے  
 سانس لیتے ہوئے خدا کے حضور گڑ گڑائے تھی۔  
 آخر کار خدا خدا کر کے صبح کلاب کے آثار نمودار  
 ہوئے کچھ ہی دیر میں فجر کی آذانیں ہوا چاہتی تھیں۔  
 وہ اپنے اندر کی مٹن مٹانے کے لیے دروازہ کھول  
 کر کمرے سے باہر نکل آئی چار اطراف موت کا سا  
 سناٹا طاری تھا۔  
 وہ خاموش قدموں سے طویل راہداری میں شلنے  
 لگی۔ حویلی کے تمام کمرے راہداری کے دائیں جانب  
 ایک ترتیب سے قطار میں بنائے گئے تھے ہر دروازہ بند  
 تھا حتیٰ کہ پچھواڑے میں ملازموں کے کوارٹرز میں  
 بھی ہو عالم طاری تھا۔  
 یونہی شلنے چلتے اس نے فجر کی آذان سنی۔ ہلکا  
 پھلکا اجالا سا پھونکنے کو تھا وہ راہداری کے ایک کمرے  
 سے دوسرے کمرے تک مختلط قدموں سے فاصلہ ٹاپ  
 رہی تھی۔  
 اپنی چھوٹی جھٹلی گل جانے اور اس کے میاں مراد  
 خان کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے کمرے پھر  
 کی آواز سن کر اچانک ہی زاریہ کے قدم ٹھٹھکے تھے اس  
 نے گہرا کر کمرے کی سمت نظر دوڑائی۔ دروازہ تو بند تھا  
 البتہ کچھ فاصلے پر موجود کھڑکی کا ایک پلٹ نیم ہوا تھا جس  
 سے مہربی صاف دکھائی دے رہی تھی۔  
 دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو محبت بھری

نظروں سے دیکھ رہے تھے۔  
 "میں جاؤں اب؟ صبح ہو گئی ہے؟" کل جاؤں  
 بھرے گئے میں مخاطب ہوئی تھی۔  
 "جاؤں میں پڑائی نہیں چلا اور اتنی جلدی  
 بہت تھی۔" مراد خان کو جیسے از حد افسوس ہوا تھا  
 "آپ ہر صبح کی کہتے ہیں۔" وہ مست چہرے  
 سی بنی لے ہوئی۔  
 "تمہاری قربت میں وقت گزرنے کا پتا ہی  
 چلا۔ جاؤ کر دینی ہو بندے پر۔" وہ وارفتگی سے بولا  
 "آٹھ ماہ ہو گئے ہیں شادی کو۔ زاریہ اور میں  
 دس دن کر حویلی آئی تھیں۔" وہ تازے ہنسے۔  
 "تمہاری تمہاری بات اور ہے دونوں جوان  
 ایک دوسرے کے جوڑے کے ہیں۔ جذلوں کو بستر  
 لاتی ہیں اور خوش نصیب بھی ہیں کہ ہمارا ماں باپ  
 سے ہی مقدر کر دیا گیا تھا۔ زاریہ بھائی تو بھتیجی ہوئی  
 چھین لڑکی کی طرح حویلی میں اداس پھرا کرتی ہیں۔  
 زاریہ کے سینے میں جیسے خنجر سا پتھر است ہوا تھا  
 یہ قدرت کی عنایت تھی کہ خدا نے ان دونوں  
 میل کر دیا۔ انہیں شادی ملے ہوئے کے بعد معلوم  
 کہ آٹھالی بی نے کل جانے کے سدا ہوتے ہی اسے  
 بیٹے کے لیے مانگ لیا تھا اس لحاظ سے یہ فیصلے کا  
 نصیب ترین اور موزوں ترین جوڑا تھا جس کی شادی  
 مرضی اور چاہت سے ہوئی ایک طرح کی لومیسج  
 چکے چکے دونوں کے دل ایک ہوئے اور پھر قدرت  
 منزل بھی ایک بنادی شادی کے بعد دونوں کی  
 ذمگی چھپی بات نہ رہی تھی دونوں ایک دوسرے  
 جان دیتے تھے۔ ہر ایک ایک دوسرے کی قربت کی  
 میں رہتے تھے۔ جنال موقع ملتا نظر پکارا ایک دوسرے  
 میں کھوجا تھے مراد خان ٹوٹ کر گل جانے کو چاہتا تھا  
 "کتنے خوش نصیب ہیں۔ ازدواجی زندگی کا  
 لطف کشید کر رہے ہیں۔"  
 اس سے وہاں ٹھہرانہ گیا۔ آندھی طوفان کی طر  
 سہٹ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ ایک دن  
 کے عالم میں کمرے کی چیریں اوھر اوھر چھٹنے لگی

مگر ان شیشے کے کمرے کے کسی ٹیڈ کی چلاؤ ہر شے وہم  
 پر دم ہوئی تھک چکی تھی وہ اپنے ڈھچکوں میں بھر کر گھنٹوں  
 میں منہ دے کر چٹکیاں بیٹے تھی دل کی ایک کسی طور  
 ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔  
 "میں برک کی سہل نہیں ہوں۔ جیتی جاگتی  
 دھنکوں سے بھری ایک جوان عورت ہوں لیکن غائب۔"  
 وہ قصور میں اپنی من سے شکوہ نکال تھی۔  
 "آپ نے کیوں یہ سمجھ لیا کہ نکاح کے دوہروں  
 کے علاوہ مجھے اور کسی چیز کی اشتیاق نہیں رہے گی۔"  
 وہ زور دے کر بے جا ہوتی جا رہی تھی۔  
 "ہم بیگم بھائی تو نہیں ہیں۔ بے جاں لیت  
 دوڑا بھی نہیں ہیں پھر ہمارے دل کے خاضوں کا پاس  
 کیوں نہیں رکھا جانے۔ کسی بے جاں سے رحم اور  
 سفاک ہیں یہ روایتیں کر نہیں لیا عورت کے سینے میں  
 دل نہیں ہوتا اس کے جذبات نہیں ہوتے اس میں  
 خواہشات اور آرزو میں بیدار نہیں ہوتیں؟ کیا ہمارا  
 کام صرف عورتوں کی لالچ بھانا اور کلوں کے تل کی طرح  
 مردوں کے کھانے کی فکر کرنا رہ گیا ہے؟"  
 وہ انی غصیان اور تنکو نے اس کی رگ رگ میں محشر  
 پھا کر دیا تھا۔

مگر بھی۔ کوئی کپڑا "نہیں ہر شے وہم  
 نے اسرار سے کیا۔  
 زاریہ نے بغور سمجھنے کے سر کیا کا جائزہ لیا وہ سرخ  
 تیز جھلکتے شلوار سوٹ میں چاندی کا زیپر پہنے عام  
 دونوں کے مقابلے میں بیٹی تھی صحتی اور ستوری ہوئی  
 دکھائی دے رہی تھی۔  
 شاید یہ میراں کی کہ کا عجز تھا۔  
 وہ تھائی آٹھ خود کزیل شاندار سوک کھڑکی کی  
 کوئی بھی لڑکی اس کی وجہ سے کچھ کرنا نہیں سکتی تھی۔  
 زاریہ کی نظروں میں سمجھنے کے لیے ترمیم چھٹنے  
 یہ بے جا رہی۔ حویلی میں قیہ ایک بے جاں  
 اور عورتی روح اس کے لیے اب تک ٹھیک نہیں کوئی "پر"  
 یہ انہیں ہوا تھا ہلاکوں کا خیال تھا لیکن غائبی غائب کے  
 لڑکا ہوا تو اس سے مشورہ کر دے کہ کمرے کے نقیض  
 زاریہ اٹھوئی ہی رہی سمجھنے سے بیٹی ذہن کی وہ سہل  
 پہلے ایک پلان سلاہ بیٹھے سے شادی کر دی تھی اور  
 سمجھنے بے جا رہی کو ایسا نام لے کر آ رہی نصیب نہیں  
 ہوں۔  
 تھکے نہ رہا۔  
 اور اگر کچھ سال تک قیہ میں کوئی بر نہ ملا تو پھر  
 دستور کے مطابق سمجھنے کو اپنے اتوار پر سمیت پٹلی کی  
 ڈبیز پر مگر زاریہ ہی ایسے میں حویلی میں ایک جوان و  
 حسین مرد کی آمد ہمارا کام تو نکاتی تو تھی اس کے لیے  
 بے شک وہ اس کے قیہ کا میں تھا اس سے  
 قیامت تک میل نہیں ہو سکتا تھا۔  
 مگر پھر بھی سمجھنے دینی طور پر اپنی بے جاں ویران  
 زندگی میں کچھ رنگ بھرا چاہتی تھی۔  
 "مجھے فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ آٹھ  
 بی بی کے کہہ دو۔" زاریہ کے انکار پر سمجھنے اپنی رہی  
 چہرہ سنبھالتی ہوئی دکان میں آئی جنال آٹھالی بی کے  
 ہر اکھیر دل بیٹھا ہوا تھا۔  
 "آٹھالی بی! وہ کہہ رہی ہیں فی الحال مجھے ضرورت  
 نہیں ہے۔ سمجھنے کو اپنے آٹھ دیکھ کر یہ دل کی لوری تھی



کھڑے آگھوں کی جوت بچھ گئی وہ تو اس کی دیکھ کی خوش  
 کن اس نے کر جولی آیا تھا آتے ہی بے قرار نظروں  
 نے اسے دیکھ کر کھجوا تھا۔  
 "مجھے اجازت ہے کہ آتی لی" وہ بایس ہو کر اٹھ  
 گیا اور اس کا "جانے سے پہلے پوچھا۔  
 "جینے جینے ابھی تو آئے ہو۔ عجیب کسی کے ہاتھ  
 لہار کا شہرت بنا کر بھجواؤ۔" آگھالی بی نے سہان نظروں  
 سے اس کا دلکش سر لہا جانا تھا۔  
 ملازمہ کی سہائے غمخیز دوسری شہرت بنا کر آگھالی بی  
 کے کمرے میں لے آئی تھی۔  
 لی بی جان ابھی ابھی وضو کرنے کے لیے ابھی  
 تھیں۔ شمالی پارک عجیب کا دھودھ پھول کی طرح محل آغا  
 چاہتے شہرت کا گلاس پوں جس کے پیش کیا بیسے ساتھ  
 میں اپنا آپ ہی اس کے حضور پیش کر رہی ہو۔  
 "تم آتے دن بعد کیوں آتے ہو جولی؟" وہ  
 بڑی چمکی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔  
 "کارٹ میں ہو گیا۔" گھنیز کے انکسار اور اولوں  
 کا شہر دل نے چنداں خوش نہیں لیا تھا۔ شہرت ختم  
 ہوتے ہی بے یاز سے اٹھ کھڑا ہوا۔  
 "میں چل ہوں۔ آگھالی بی کو بتا دیتے گا۔"  
 "آئی جلدی۔" غمخیز دیر تو رک جاؤ۔ "وہ تپ  
 کر اس کے سامنے آئی تھی۔  
 "آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" اس نے بیزاری  
 سے اسے سر ہٹا دیا۔  
 "جان بوجھ کر انجان کیوں بنے ہو؟" وہ شامی  
 نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔  
 "کیا تم نہیں جانتے تھی کہ شہرت سے تمہاری  
 شہرت رہتی ہو۔"  
 "ہو تو تھیں جولی کی عزت ہوئی ہیں عزتوں کو سر  
 دلو میں اچھا کر تھیں مجھ سے تو بچ کر رہنا بیٹ ہے۔"  
 وہ سرود سپاٹ انداز میں کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے  
 بچے سنورے گوازا سر لہا کو توجہ کی ایک نگاہ سے بھی نہ  
 لوازا تھا۔  
 عجیب حسرت سے اسے جاتا دیکھنے لگی۔

"۳ لڑکی لڑکیاں جاری ہو؟"  
 میں شکار کی غرض سے بندھن ہاتھ میں لے کر  
 نظر اٹھا تک ہی غولابی کے درخت کے نیچے سے  
 زاری پر پڑی تھی۔ اپنے مطلوبہ محبوب کو سامنے  
 شہر دل کی نظروں کی چٹائی رکھتے بیٹھ گئی تھی۔  
 میں خوشیاں پھونکنے لگی تھی۔  
 "میں جنگلی چہینے لگی تھی۔ تم پھر میرے پاس  
 آؤ۔" وہ مری سانس لے کر مڑی۔  
 وہ میری خوشگوار دلفریب فضا میں سبز  
 مخصوص خوشبو نے ایک مٹم سا چھایا تھا۔  
 سوٹ میں لمبوس اس کے سر میں جیکر کی شبلی راگ  
 یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے سق پھوٹ پڑی ہو۔  
 شہر دل کی نظریری ہو گئی۔ اس نے بندھن  
 پر رکھ دی تھی۔  
 "آپ نے پھر غلط اور جھوٹا الزام دھردیا ملک۔ ما  
 - بندہ تاج شکار کے لیے مارا مارا بھرا تھا۔ وہ اس  
 ہاتھ پکڑ کر وہیں بڑے پردھ سے بیٹھ گیا۔  
 "تم اس دن سامنے کیوں نہیں آتی تھیں؟"  
 لڑکی! "کس دن۔" وہ بے نیاز بن کر واپس اور اورو  
 دیکھنے لگی۔  
 "اس دن جب میں جولی آیا تھا۔" شہر دل۔  
 شکاری انداز میں اسے دیکھا۔  
 "کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر  
 ہاتھ چھڑانے لگی۔  
 "ہاں۔ تم کہہ سکتی ہو۔" وہ طویل سانس لے کر  
 بولا۔ "اس لیے کہ تم نے محبت کے امرت کا ڈاکٹ  
 نہیں چکھا۔ تم اس درد سے اس آگ سے نا آشنا ہو اس  
 امر سے بغاوت ہو کہ محبوب کی ایک جھٹک برسوں کے  
 ترپے سکتے دل پر پھوٹا بن کر گر گئی ہے۔"  
 "تمت کیا کر اسی باتیں۔" وہ ہاتھ جھٹک کر اٹھ  
 گئی اس کا بچہ وقت بھرا اور لذت سے چور تھا۔  
 "یہ تم بھانگی کیوں ہو مجھ سے" اسے قدم

شری مانی دلی ۶۳ ستمبر ۱۹۹۹ء

پہنچاتے دیکھ کر وہ جارحانہ انداز میں اس کی راہ میں  
 جمیل۔ "مگر اندر سے اتنی کمزور ہو تو اتنے زخم سے  
 مقابلے کے لیے کیوں میرے سامنے کھڑی ہوئی ہو اگر  
 بہت نہیں ہے تو بار بار لو اور مجھے سرفراز کرو۔"  
 "تم اتنے جلدیوں نہیں ہو شہر دل۔" وہ جھلا کر یہ  
 بڑی "جانتے نہیں ہو میرے پاس میں تیزیاں پڑی ہوئی  
 ہیں۔" "جینان محض "ٹھنڈی" ہیں اور ایک منگے  
 سے کات کر لیجیو کی جا سکتی ہیں۔"  
 وہ اس کی آنکھوں میں جھٹک کر اس کے ارادے  
 جاننے کی سعی کر رہا تھا۔  
 "ہیرا مین نہیں ہے۔" وہ اٹھ اور بایس لیے  
 میں گیا ہوئی۔  
 "کیوں ممکن نہیں ہے۔ وہ محض پھر ہی تو ہے۔  
 جس بندھن کو جوڑنے میں اس کا شعور اس کی عقل  
 اور اس کی نشا نشاں نہیں تھی اسے توڑنے میں اسے  
 کیا چیز پانچ ہوگی۔" "شہر دل۔" غم وغصے سے زاریہ کا پورا جسم کانپنے  
 لگا۔  
 "میں صحیح کہہ رہا ہوں زار۔" وہ اس کے شانے پر  
 ہاتھ رکھ کر سمجھانے لگا۔  
 تم با آسانی گل خان سے طلاق کے کاغذات پر  
 دستخط لے سکتی ہو اسے ابھی ان مجسموں کا کیا مطلب پھر  
 ہم وقتی دارا حکومت ملے جائیں گے اور جا کر نکاح  
 کر لیں گے وہاں قانون کی شعرا لئی ہے یہاں کا جرگہ  
 ہمارے خلاف کچھ بھی نہ کر سکے گا کیونکہ ہمیں عدالت  
 کا تحفظ حاصل ہو گا۔ ہم ایک ہی زندگی۔"  
 "چنانچہ۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید کہنے دھکا  
 ایک بھر پور چھڑاس کے دامن گل پر پڑا تھا۔  
 "پر فطرت اور رذیل آدمی! تم مجھے ور غلام ہے  
 تھے؟" مجھے سبز باغ دکھا کر خاندان کے پاموس سے  
 کھیلنے کا سبق پڑھا رہے تھے یا پھر کھو جھمارے مذموم  
 مقاصد کبھی پورے نہیں ہوں گے میں جذبات سے  
 بھر پور لڑکی ضرور ہوں مگر جلدیوں کی غلام ہرگز نہیں

ہوں خود پہ کھجوا اور اپنی عمری کو دست ملا آتا ہے  
 مجھے۔  
 وہ لعل سرخ چوہے کا پتہ دھو سمیت پچ رہی  
 تھی۔ شہلے کیا تھے گویا انکار تھے بنوں نے شہر دل  
 کے اندر کے قیمت مند اتنا پرست اور جارح مہو کو  
 لکھوں میں بیدار کر دیا ایک کھانچہ ہی کیا کمر تھا آگ  
 بھڑکائے کو جو اس کے رنگ گلچا جلدوں کے مزہ ملا  
 دیکھا اور اسے چل بھر میں دھندو سفاکت کی آخری  
 سرحد تک پہنچا دیا۔  
 "کب میں نہیں جانتا ہوں کہ مذموم" مقاصد  
 کس طرح پورے کیے جاتے ہیں ور غلام کر مز باغ  
 دکھا کر خاندان کی عزت سے کس طرح کھٹا جاتا ہے یہ  
 مجھے تم نے مجھے نہیں بھی شہرت بھی عزت اور  
 میرے بچے بائیزو جلدوں کو مارا ہے۔" وہ اس کے  
 بڑا دیس دھے میں بھراؤرا خشتاک انداز میں اس کے  
 قریب پہنچا اور اسے ہی لے اسے مجھو ڈر کر دھکا دیا۔  
 زاریہ کی رون کتب کر رہ گئی ساری بکھری غصہ  
 اور مطاق جان مارا وہ گاؤں سے اتنی دور دھیر کے اس  
 شانے میں بچے جنگل میں صرف اور صرف اس کے  
 رحم و کرم پر تھی۔ دور دور تک کسی انسانی وجود کا نام و  
 نشان یا امن کن نہیں تھا۔ لکھوں والے کسی بھاری اس  
 جنگل کی طرف سے گزرتے تھے وہ بالکل تنہا تھی اور  
 اس کے متعلق ایک جھم "چار" ہے رحم و رندہ چٹھاڑ  
 رہا تھا جو اپنی لانا و غیرت پر چوٹ پڑنے ہی ساری  
 تہذیب و تہذیب اور انسانیات کو مل بیٹھا تھا۔  
 "مہو کے بائیزو جلدوں کی توجہ نہ کرنے اور اس کی  
 حیات کی تدبیر کرنے والی عورت بیٹھ اپنا نقصان  
 کرتی ہے۔" اس کی انگلیاں آگئی سلاخوں کی طرح  
 اس کے کندھوں میں بھی جاری تھیں۔ وہ اس وقت  
 ہوش و خرد سے محفل طور پر بے گانہ ہو چکا تھا۔  
 "چھوٹے چھوٹے۔"  
 وہ اڑے اڑے حواس جمع کرتی پھنسی ہوئی  
 خوفزدہ آواز میں بولی۔  
 "تم نے میرے دامن میں کیا چھوڑا ہے جو میں



تھماری کیا کیڑی کا لٹا کر دیں۔ "وہ سفاکی و پختی سے اس کا چہرہ اور کسے ہوئے۔ رشتی سے ہاروا۔  
 "خدا کے لیے شہر ہے۔" اس کی ہر اسل آواز  
 آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ شہر دل کی آنکھوں میں پھرے  
 "تو دونوں میں قلبی نرمی اور اپنائیت نہیں کسی جگہ  
 ایک دوسرے کی آوازوں سے اور ان رگوں کی فوس و  
 قرح زانو کی جان نکالے دے رہی تھی۔ کتنا ایسی اور  
 سہرا ہم کو دکھاتا ہے یہ جو عیش اس کی محبت کی روشنی  
 سے چمک رہا تھا۔  
 "میں اس محبت کا واسطہ شہر دل جو تم مجھ سے  
 کرتے ہو۔" آخر کار اس نے آخری وار بھی آزمایا۔  
 شہر دل کے سرسبز و گنجل چار ماہ نور و لعلیت  
 دیکھنے والے تھے۔ شدت غمض سے سر چوہا لے  
 اس نے اچانک ہی اس کا دھوپ پر سے دھکیل دیا اور خود  
 ہونٹ لپکا ہوا اس کی طرف سے جو ڈر کر لہا ہوا تھا۔  
 "جتنی جلدی ہو سکتا ہے یہاں سے چلی جاؤ اور  
 اب میرے سامنے مت آنا ورنہ تمہارا خون کروں  
 گدھ میرے جیڑے اتنے سے نہیں ہیں زاریہ نیکم!  
 "میں نے اس بے دردی سے بے محل کر دیا ہے  
 غنیمت بھیجی ہوں میں اپنے دل کی تمنا پر اور تھماری  
 زندگی میں رکھ بھرنے کی چادر۔ اگر تمہیں اندھیوں  
 میں اپنا کب چاہ کرنے کی خواہش ہے تو میں کیوں  
 روکتی ہوں؟ تمہیں لے کر تمہارے پیچھے آؤں۔ ٹھیک  
 ہے آج سے میرے اور تمہارے راستے الگ ہیں اگر  
 تمہیں ایسی ہی دیر ان زندگی پسند ہے تو بس لٹھ میری ہوا  
 سے "تیرے تیز قدموں سے چلا ہو اور ہمت دور ہونا  
 چاہا تھا۔  
 وہ سکتے کے عالم میں اسے جانا دیکھ رہی تھی۔  
 "لی لی خانم کی طبیعت بہت خراب ہے۔ مجباز  
 ماسوں میں شہر کے اسپتال لے گئے ہیں۔"  
 میں پریشان مٹی جانے لے ابھی ابھی اس کے کمرے  
 "کیا؟ اس کے ہاتھ سے کڑھائی کا فریم جھٹ کر  
 شہر دل کی دلی ۶۶ ستمبر ۱۹۹۹ء

بچے گر رہا۔  
 "اب گئے ہیں۔ مجھے کیوں نہیں بتایا گیا؟  
 لی خانم کو؟" وہ بے تابی سے خوف پھرے  
 اندر میں گل جانے کو۔ "جو ڈر رہی تھی۔"  
 "ابھی ابھی زور سا گھنے آکر بتایا ہے۔  
 کالی دونوں سے ان کی سستی تھی آج کل زور  
 سے ملنے گئے تو پیٹھے پیٹھے ہی اچانک ان کے  
 درد اٹھا کچھ دیر تک تڑپتی رہیں پھر سہ ہو گئی۔  
 ماسوں اسی وقت انہیں شہر دل میں اسپتال لے گئے  
 اپنے گلوں کی ڈپٹری کا ڈاکٹر بھی بلوایا تھا۔  
 اسپتال لے جانے کو کہا تھا۔"  
 "ابا میرے خدا رحم کر۔ بھرا تو میکہ  
 ہیں۔" وہ گل جانے کے کندھے سے لگ کر رو رہے  
 باپ تو بارہ تھوہر سے ہی اٹھ کر گیا تھا کی  
 بھی نہیں تھا اور نہ کوئی بن بھائی تھا۔ اکیلے لی لی  
 دم سلامت تھا۔  
 شہر کے اطلاع آئی کہ ابھی تک وہ ہوش کی  
 میں نہیں آئیں۔  
 زاریہ بھی آتالی لی اور مراد خان کے ساتھ  
 پہلی گئی۔ "تم دن تک لی لی خانم اسپتال میں اور  
 تو نہیں۔"  
 "اب تو چالیسواں بھی ہو گیا ہے بھائی اب  
 خود پہ ظلم کرتی رہو گی۔" اسے ویران اجڑے  
 پر مڑوہ ملے میں کمرے میں بند دیکھ کر گھینے آگئی۔  
 اس کے قریب آتے ہی بھی۔ اس کے لیے میں آؤں  
 گی۔  
 "میں کرو اب۔ بہت رو لیا کیا جان بھان کر  
 وہ محبت سے اس کے آنسو پوچھنے لگی۔  
 "اب تو ساری عمر ہی رونا ہے گھینے۔" وہ  
 مگر فکری سے بولی اس کی خالی خالی آنکھوں میں  
 کا سا سنا تھا۔  
 "خدا نہ کرے۔ دل پھوٹا نہیں کرتے چلاؤ  
 کپڑے بدل لو میں تمہارا جو ڈاکٹری ہوں تمہیں اس  
 شہر دل کی دلی ۶۶ ستمبر ۱۹۹۹ء

میں دیکھ کر آتالی لی کا دل نکلتا ہے۔ اٹھو شہر دل۔  
 مجھ نے زور دیا اسے اٹھنا ہاتھ دوں میں دھکیل  
 دیا۔  
 پھر رفتہ رفتہ نہ جانتے ہوئے بھی وہ روز کے  
 معمولات میں دنگی بننے پر مجبور ہو گئی۔ شہر دل  
 کی موت کے ساتھ ہی اندھیری قبر میں اتر گیا تھا۔  
 اور اسوں اور ماسوں کی برف دل کے موسموں  
 جتنی جلی کر مہلوں کا موسم اپنے انعام پر قافض  
 تیں نکلتی رہتے ہی تھی۔  
 باہر کے موسم بدل جاتے ہیں مگر اندر کی فوس کا  
 کچھ علاج نہیں ملتا۔  
 گل جانے ان دنوں امید سے تھی۔ آتالی لی اور  
 حویلی کے دو سرے لوگ تو اس کے خمرے اٹھای رہے  
 تھے۔ مراد خان نے تو گواہی تھی کا چھوٹا چھوٹا  
 آتالی لی گھینے اور بڑی بھائی کے ساتھ زور نہ جلی  
 کے گھر گئی تھیں گھر میں ایک سناٹا سا قاسو اس کے  
 جگ جگ کر رہے میں کوئی چیز نہ تھی۔  
 اسے خبری نہ ہوئی تھی وہاں سے کوئی اندر  
 آجیل آیا تو وہ آتالی لی سے رشتی محبت کے لیے قاتل  
 اندر کا ستر دیکھ کر اس کے حواس ٹھہر کر رہ گئے۔  
 پورے ڈھائی بعد لونا تھا وہ گا پور۔  
 لی لی خانم کی فوس کا علم ہو تو لونا تھا اس کے قدم  
 حویلی کی طرف اٹھ گئے ورنہ وہ خود سے عذر کا تھا  
 کہ اب بھی اس قسم کر اس رہن ایمان دون کے رو  
 پہ نہیں جاتے گا۔ بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھے گا اور جو  
 بھی دھکیل دے گی تو پہلو بیل کر نظر موڑ کر کر جائے  
 گا اس پر توجہ نہیں کرے گا مگر اسے اس زبوں حالی میں  
 جگ جگ کر رہتے تھے دیکھ کر مہلوں میں وہ اپنے تمام  
 ارادے و عزائم بھول گیا اور بے تابی سے اس کی طرف  
 آ گیا۔  
 "زار۔ زار۔ کیا ہوا؟" خود سے بے گانہ دیکھ کر  
 وہ سیٹائی رہنے کی طرح اس کی جانب بڑھتا تھا۔  
 زاریہ کی سرخ سوئی سوئی نیلی آنکھیں بے یقینی  
 کے عالم میں اس پر اٹھیں۔ اس کا تکیا کھانا ڈالنا  
 5  
 شہر دل کی دلی ۶۶ ستمبر ۱۹۹۹ء

وہ ایک لمحے کو غم سا لپکا۔ کچھ کچھ کچھ  
 تین ملا رہی تھی کہ اس کے منتظر بھی کیا  
 اور محبت کے نور سے دھکا دھکا کھاتے۔ اس کا  
 چہرہ میں آگ اس کا تکیا کھانا ڈالنا  
 اور حویلی پر اس کی سرخ نیلی آنکھوں کا فوس اس کی  
 اجڑی صورت۔ شہر دل کے سوئے ہوئے کمرے  
 جاگ اٹھے یہ تو وہی تھی جس سے وہ بڑا کر کا تھا جس  
 کے تصور سے اس کی راتیں گزرتی تھیں۔ شہر دل کے  
 اندر کی خوشبو تھا یوں میں آگے آگے تکیا کرتی تھیں۔  
 "ہاں۔ میں ہوں۔ تمہارا شہر دل۔" اس نے  
 آہستہ سے اس کے قریب آکر اس کا ہاتھ قلم لیا اس  
 کے بے حرارت ہاتھ کا لمس کیا لٹا زاریہ کے ہنسیوں کے  
 سندھ میں علامت چاہا ہو گیا وہ کسی سرسبز غلطی لڑکی  
 طرح اس کی طرف بڑی اور اس کے ہاتھوں میں  
 بھول گئی۔  
 "کھیلنے کے لیے تم مجھے چھوڑ کر؟" وہ اس کے  
 سینے سے سر کھڑائی ہوئی وہ اس کی ہر ہر دی تھی۔  
 "کیا تمہیں میری کسی داسی کا احساس نہیں تھا۔  
 میرے نوٹے ٹھہرے ہو وہی ہے سو سلائی لباس میں  
 تھا۔ میری لڑکی ایسی ہی دیر انہوں نے بھی تھماری رونا  
 رو کی؟"  
 شہر دل اس درجہ عنایت و قدرت اور اس حسین  
 استقبال و اعتراف پر کچھ کھڑا ہو گیا تھا اس کے تصور  
 میں بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح سے دھکا جائے گا۔ زاریہ  
 فطری جذبوں سے لڑتے لڑتے اتنی تک آگئی تھی کہ  
 اب مضبوط سارا ہٹنے ہی ٹھہر گئی اس نے جتنی سے  
 شہر دل کے گنگے میں پاؤں ڈالے ہوئے تھے ہوں جیسے  
 اس کے بھاگ جانے اور بوجھانے کا اندیشہ ہو۔  
 تھے کھلی نصیب میرے کہ مرتبہ یہ تا  
 کوئی جذبہ محبت میرے کچھ آگیا ہے  
 وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی اس کا یہ عمل سراسر  
 غیر ارادی اور غرائز تھا۔ محفل و عروسی دنیا میں ہوئی تو  
 اپنی بو ذہنیت تمام اور پوچھنا کا فیصل ضرور کرتی مگر وہ تو  
 شہر دل کی دلی ۶۶ ستمبر ۱۹۹۹ء





میرے لیے کوئی جذبہ ہے تو مجھے چین ہے مگر سود  
 کوئی میں ہر حال میں صاف تک تھرا اشتہاروں  
 وہ ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے پاس سے  
 گزر گیا۔ اور دامن میں ڈال کر  
 "جیسے تھانہ جاسکے"  
 کر کے تو کیا کرے  
 اگر کسی نہ رات کو گھر سے نکلے دیکھ لیا۔  
 اگر راستے میں کوئی مل گیا۔  
 کتنے ہی سوئے تھے تھوڑے تھے ایک ہی کرتانہ  
 چائے اور دھڑلے کر چائے پر اسرار کرتا۔  
 "مگر تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جذبہ ہے  
 تو مجھے چین ہے تم حضور کوئی۔" اس کے گلن میں  
 سرگوشی گونجی۔  
 "مجھے اس دلو پر نہیں چلنا چاہیے۔ میں کیوں  
 سرباب کے پیچھے اپنا آپ چلوں اگر جذبہ ہے بھی تو  
 میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔ میرا غضب کل خان سے  
 وابستہ ہے۔"  
 محفل تو ہے یہ سمجھا رہی تھی اور جنون اسے  
 خوش رنگ خوابوں کی دھند پر لیے جا رہا تھا اسے وہ دکر  
 مراد خان اور کل چلنے کی مسرت بھری بھر پور انداز لاتی  
 زندگی کی محسوسات دکھلا کر بیٹھا رہا تھا۔  
 وہ کب تک اپنی تھانوں سے لڑتی رہے گی؟  
 اپنے جذبوں کو چلنی دے گی؟  
 دل کے تھنوں کو جبراً نظر انداز کرتی رہے گی۔  
 محبت کی خوشبو اس کے چہرہ اطراف بھاگتا رہے  
 ہے بس کرنے کی اور رات کی تاریکی میں وہ اونچے نیچے  
 پتھر پڑے راستوں سے گزرتی ہوئی آخر کار دیر پر جا  
 پڑی۔  
 وہ دریا کے کنارے گیل چھائے ایک بڑے سے  
 پتھر سے ٹک لگا کر شہر دروازہ تھا۔  
 نظریں گلوں کی طرف جانے والے راستے پر گئی  
 ہوئی تھیں جو نئی انسانی تیرہ نمودار ہوا وہ بے جا  
 سڑکی پر گئی۔

میں نے اس کے گلن کے گلچیتے ہونے کو دیکھا  
 دے کر کیل پر بیٹھا اور پھر خود بھی اس کے پاس  
 گیا۔ فضا میں باجی خاصہ خشکی تھی۔  
 "میں کوئی کی دیر کے لیے تکی ہوں۔ غل  
 واپس جاتا ہے۔" اس کی بھرتی ہوئی مدھم کو آواز میں  
 غلے کے نیچے اور مقلوبیت بھی جاگھ تھا اس کا  
 جھکا ہوا تھا اور چلیں مسلسل رشادوں پر کتاب دیکھ  
 تھیں۔  
 "واپس کے راستے تو ہم نے بند کر دیے ہیں  
 زارے۔" وہ اس کا چوہا تھ سے لوہا اٹھا ہوا محبت سے  
 بولا۔  
 "محبت کے اس سڑ پر اب ہمیں آگے ہی آگے  
 جانا ہے۔"  
 "نہیں۔" وہ کرڑ کر بولی۔ "میں تمہارے ساتھ  
 سفر نہیں کر سکتی۔"  
 "اب گلوں میں تمہارا ہے ہی کون۔ کس کے  
 لیے پاس جانا چاہتی ہو؟" وہ یونہی ملنے چلنے لہذا میں  
 پوچھ رہا تھا زارے نے اسے مذاق پر غمبول کیا۔  
 "ٹھیک ہے۔" مل پاپ نہیں رہے مگر شوہر کا رشتہ  
 تو ہے تل۔"  
 "گورنہ۔ یہ رشتہ تو نہ ہونے کے برابر ہے۔"  
 بے فکری سے بولا۔  
 "مگر ہے تو۔" وہ نہ روئے کر بولی۔ "اور مجھے اسے  
 نبھانا بھی ہے۔"  
 "کیونکہ کون کس رشتے کو نبھانا ہے۔" وہ اس کی  
 باتوں کو بھی میں اڑا رہا تھا۔ زارے پر امان تھی۔  
 "میں اب چلوں گی۔" اس نے اٹھنا اٹھ کر شہر دل  
 کی اس کے ہاتھ پر گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ دل بھی  
 نہ سکی۔  
 "ابھی سے؟" وہ متوجہ ہوا۔ "میں بھی تو ہم نے اس  
 فصول خیز دلکش منظر کو روح و دل میں بھی نہیں  
 سمجھا۔ دیکھو تو کیسا خواب ناک سماں ہے۔ چہار چاہ  
 سڑکی پر گئی۔

لوہے کو بچے پھاڑ لو پھاڑوں کے دامن میں بیٹے اس  
 بچے کا کنارہ چوہوں کے چاند کی چمک چمک کر  
 آتی چاندی اور ایسے میں وہ محبت بھری مدھوں کا اتصال  
 کیا تھا۔  
 اس کی محسوس و مسود اور کواز جذبوں کی رانگی کو  
 چھوڑ رہی تھی۔  
 "میں کون چھوڑ جائیں تو۔"  
 "خدا کے لیے تیرا دل۔" خاموش ہو جانا۔ وگرنہ  
 میرا دل بند ہو جائے گا۔" وہ بڑی طرح گھبرائی تھی اس  
 کی حرکت حنفی ہوئے تھی گئی۔  
 "کیا بات ہے۔" ڈر لگ رہا ہے کیا؟ وہ زری سے  
 اسے قہم کر لیا اور تو اسے واقعی لگنے لگا تھا۔ شہر دل کی  
 جذبہ جیت سے وہ پتھر سے ٹک لگائے سکون سے ہم  
 دراز تھا۔  
 "میں بہت بھروسہ کر کے تمہارے پاس آئی ہوں  
 شہر دل۔" اس کی کواز قہر زاری تھی۔  
 "تو؟" وہ سادگی سے پوچھنے لگا۔  
 "تو یہ۔" یہ کہ اگر تم نے ان لمحوں سے قائمہ  
 اٹھائے۔"  
 "میں کرو خدا کے لیے بس کرو زارے۔ میرے  
 جذبوں کی اتنی تو جن مت کرو۔" وہ اسے چھوڑ کر بڑی  
 طرح محبت پڑا تھا۔ "دیکھا ہے تم نے مجھ میں  
 میرے گروا میں۔ میرے کس محل نے مجھیں باور  
 کرایا ہے کہ میں ناقابل بھروسہ ہوں۔ تم اس سے پہلے  
 بھی مجھ پر کسی الزام لگا چکی ہو۔" شہر دل کے چہرے پر  
 سرخی جھلنے لگی تھی۔  
 "نادران لڑکی! مردوں کے لیے عورتیں بہت  
 پہل بھی اور شہر میں بھی بلکہ خود تمہاری حویلی میں بھی  
 اس کا ثبوت موجود ہے۔ عورتیں تو خود میرے پیچھے آتی  
 ہیں وہ تو میں اس دل نے میری مت ماری ہوئی ہے وہ  
 کوئی اور ہی چیز ہوئی ہے جو محبت کے نفوذ کا باعث بنتی  
 ہے حسن و شباب تو آج کل جگہ جگہ قدموں میں ہالٹا  
 ہے۔" وہ جھنجھلا رہا تھا۔ اٹھ کھڑا تھا اس پر شہر دورا تھا

عمرہ اجر  
 اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے  
 جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے  
 نیک عمل کئے ہیں ان کو ہم جنت کی بلند و بالا  
 عمارتوں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے  
 نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ  
 رہیں گے، کہاں عمارتوں پر جگہ مل کرے  
 والوں کے لیے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے  
 صبر کیا اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں  
 سورہ صافات 29۔ ترجمہ آیات 58-59

”یہ کیا ہے؟“ وہ اس مسئلہ کی گفت میں پئی  
 تھی کہ ہاتھ میں لے کر جنس سے بچہ پڑی تھی۔  
 ”جھگڑا ہے یہ۔ کھارو دیکھو۔“ سنے مزے کی  
 ہے شہر کی بڑیاں تو اس کی دلی ہوئی ہیں۔  
 وہ شوق سے رہا کر رکھانے لگی۔  
 ”مزے کی ہے مگر آٹھ کچھ عجیب سا ہے۔“  
 ”شروع میں ایسے ہی لگتا ہے۔“ اس نے تسلی  
 کرائی۔  
 پھر دونوں نے ڈھیروں باتیں کیں اپنی اپنے دل  
 کی تیز پوری کی۔  
 ”میں جانتی ہوں اب۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔“ وہ  
 غصہ کی کیفیت میں اٹھنے کی کمر لگائی تھی یار یار اس  
 کی باتیں سن رہی تھیں۔  
 ”جیسے جیسے۔ شاید۔“  
 اس کے ذہن پر بدستور وہ نہایت چھاتی چھاتی تھی۔  
 ”شیر دل سے اسے سنبھال دیا تھا۔“ اس نے ہوش کی  
 بات سننے سے پہلے اسے اتنا دبا رکھا کہ اس کی  
 گھر کے ایک گاڑی بارن ہوئی تھی اس کے پاس رکھی تھی  
 اور شیر دل نے اسے گاڑی میں بیٹھ کر لایا تھا اس کے  
 بعد اس گاڑی میں نہ کبھی دھنکا پٹا گیا۔  
 ”میں گولی میں دھنکا۔“ تم نے میرے ساتھ  
 دھوکہ کیا ہے مجھ کے نام پر لونا ہے۔“ انہی کا ہے  
 منصوبہ بنا کر۔ ”وہ دو دو کے معاملہ ہوئی جاری تھی۔  
 ”یار کما میں۔ گلا پور سے والہیں اگر ساری  
 وضاحتیں ایک ساتھ کر دیاں گئی تھیں کہ نکاح ٹالے  
 پر دھنکا کر دیا دھوکہ دے کرے میں قاضی اور گواہ  
 انتظار میں ہیں اور پھر مجھے بھی دیر ہو رہی ہے۔ میں  
 چاہتا ہوں فوراً سے پتھر گلا پور پہنچ جاؤں تاکہ انہیں  
 مجھ پر شک نہ ہو کر وہ ہم تک پہنچ سکتے ہیں میں دو  
 تین دن گاڑی میں رہوں گا تاکہ اچھی طرح ان کی تسلی  
 ہو جائے۔“ لیکن اسے اگر ان کی توجہ مجھ سے ہٹ  
 گئی تو کبھی بھی تمہاری کھون میں اسلام آباد نہیں  
 آئیں۔ یہ تو ان کے وہم و غماز میں بھی نہیں ہو گا  
 کہ گاڑی کی پروردہ لڑکی تن خفا کی دور جاسکتی ہے زیادہ

سے زیادہ اس پاس کے گاڑی میں تلاش کریں گے اور  
 پھر وہ بیٹ کر ممبر کریں گے۔“  
 ”میں گاڑی واپس جاؤں گی۔“ وہ کاٹھ پر  
 پھینک کر خندی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔  
 ”یاد رہے۔“ اب اس منہ سے واپس پھاڑی  
 صبح ہو چکی ہے اب تک پورے گاڑی میں تمہارے  
 غائب ہونے کی خبر پھیل چکی ہوگی تمہاری تلاش شروع  
 کر دی گئی ہوگی اور جیسے ہی تم انہیں ملو گی  
 روایات کے مطابق تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔“  
 اس نے اسے بولا۔  
 خوف کی تیز پوری اس کے جسم و جاں میں پھیلی  
 چلی گئی اس کی خند اور جوش جھاک کی طرح تھک گیا  
 واقعی پہلے میں بھگوئی عورت کی یہی سزا مستحق کی تھی  
 تھی جس نے وہ زبردستی اٹھائی جائے یا مرضی سے کسی  
 کے سنگسار چلی جائے۔  
 ”وہ ہمارے ہوئے انداز میں دوبارہ کر رہی ہیں۔“  
 ”مگر میں نکاح ٹالے پر دھنکا نہیں گولی کی۔“  
 ”گناہ ہے ایک نکاح پر دو سزا نکاح۔“ وہ برمال اپنی  
 بات پر قائم تھی۔  
 ”پہلے نکاح کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا کوئی  
 قانونی ثبوت تمہارے پاس موجود نہیں ہے اگر تم نکاح  
 ٹالے پر دھنکا نہیں گولی تو یہاں کے قانون کے  
 مطابق ہم دونوں کے خلاف حدود آؤرڈیننس کا کیس  
 کر دیا جائے گا۔ جیل جانا پڑے گا اس لیے یہ نکاح  
 ضروری ہے۔“ وہ اس کی تم طے کی اور شہر کی ماحول سے  
 ملاقات سے فائدہ اٹھا کر دھوکہ ڈال کر بات منوانے کی  
 کوشش کر رہا تھا اور شاید کسی حد تک کامیاب بھی  
 ہوئے والا تھا۔  
 زاریہ کے چہرے پر تنہا کے آثار نمودار  
 ہو رہے تھے۔  
 ”اس کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ اگر تمہارے قبیلے  
 والے کسی طرح سراغ لگا کر یہاں تک پہنچ بھی گئے تو  
 بھی ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے کیونکہ نکاح ٹالے کی  
 موجودگی میں عدالت ہمارا تحفظ کرے گی۔“

”جیسا کہ تم نے نکاح صرف کاٹھ کی ضرورت پورا  
 کرنے کے لیے کر رہے ہو۔“ اسے کچھ تسلی ہوئے  
 تھے۔ ”دیکھو۔“ پھر جنہیں اس بات کو بھانا بھی ہو گا تم  
 نکاح کے بعد بحیثیت شوہر مجھ سے بے تکلف ہونے  
 کی کوشش نہیں کرو گے مجھ سے وعدہ کرو۔“ وہ  
 غصیلانہ اسے دیکھ رہی تھی۔  
 ”میرے بعد میں دیکھی جائے گی بلکہ ایسا کچھ نہیں  
 ہو گا جو جنہیں بگاڑ کر زبردستی اللہ تو دھنکا کر دے۔“ وہ  
 جلدی جلدی کا شور مچا کر فوراً سے پتھر نکاح پر اس کے  
 دھنکا لیتا چاہتا تھا۔  
 ”تو پھر راضی ہو جاؤ۔“ ملاؤں قاضی صاحب اور  
 شہلا بھائی کو۔“ وہ اس کے ہم زمانہ تاثرات دیکھ کر  
 بے تاب ہو گیا۔  
 ”دھنکا کر دیتی ہیں۔“  
 ”مگر نے میرے لیے ہر راستہ بند کر دیا ہے  
 شہلا۔“ وہ آہستہ پھر کمرے کے اندر اڑ رہی تھی۔  
 ”مگر یاد رکھنا میں اس دھوکہ دہی پر اس زیادتی پر نہیں  
 معاف نہیں کروں گی۔“ ملاؤں جن کو بھانا ہے۔“ وہ مرغ  
 موڈ کر بیٹھ گئی۔ وہ سکون کی سانس لے کر پھر لگی۔  
 ”شہلا اندر آگئی تھی وہ شہلا کے چہرے دست  
 راضی کی ہوتی تھی۔ راضی کی حد سے ہی شہلا کا  
 منصوبہ کامیاب ہوا تھا۔ دونوں مل کر بڑس کرتے  
 تھے۔  
 کاروبار شروع کرنے کے بعد شہلا کا ارادہ تو  
 اسلام آباد میں سیٹ ہونے کا تھا مگر پھر والدین کے  
 اصرار پر گاڑی چلا گیا اور پھر نئی ”ٹھکانہ“ ڈاک بنگلے میں  
 سبزی کی پوسٹ سنبھالی لی بل پاپ کے مرنے کے بعد وہ  
 اپنا اپنی کمرچ کر شہر آنے کو تھا جب اچانک بہت  
 اچانک ہی زاریہ اس کی زندگی میں آگئی تھیں اس کی  
 قسمت کی خاطر وہ مہینوں سے گاڑی میں قیام پذیر رہا تھا۔  
 اسلام آباد میں اس نے جی میں ایک ٹھکانہ خریدا  
 ہوا تھا پہلے پہل تو اسے چاہئے سنوارنے کی خواہش  
 پیدا نہیں ہوئی تھی مگر زاریہ کو یہاں لانے کا منصوبہ

غزل

کچھ لوگ غلا کر کے غلا دار نہ نصرت  
 دیکھیں یہ کہیں عدل کا معیار نہ نصرت  
 ترازو شکست طے کا نام ابھانک  
 ابھرتے بھی تو پاؤں کی وہ جھنکار نہ نصرت  
 ہم لوگ شہادت کی روایت کے اٹھیں ہیں  
 انعام ہے ہم پر کہ سر دار نہ نصرت  
 ساحل پہ پہنچ جائے گی لٹی ہوئی سبکی  
 کیا تم ہے جو طوفان کی دھند نہ نصرت  
 مسکن غزالی کی تنہا رہی طے میں  
 وہ چار کمری بھی مرنے سرکار نہ نصرت  
 راہوں میں خیار کبھی نصرت بھی تو ہم پھر  
 ہم اہل نظر صورت و زار نصرت  
 سید مظفر احمد ضیاء

”یار کچھ ملے اس نے ڈرائنگ“ ڈاک بنگلے پھر دوم اور  
 لیکن کی ضرورت نہیں لاکر سیٹ کی تھیں۔ ”شنگ اور  
 آرائش میں راضی کی بیگم شہلا بھائی کا ہاتھ تھا۔ دونوں  
 میاں بیوی نے ہر طرح اس کے ساتھ تعاون کیا تھا  
 گلاب سے یہاں تک گاڑی میں جو حفاظت انہیں  
 اسلام آباد تک لانے کا اہم کام بھی راضی ہی نے  
 سرانجام دیا تھا جبکہ شہلا بھائی نے اس کے تانے بونے  
 ٹاپ کے مطابق زاریہ کے لیے کپڑے لیے تھے اور  
 چھوٹی سیل زانہ ضرورت کی چیزیں خرید کر دی تھیں۔  
 اتنی جگہ قاضی اور گواہوں کا انتظام کر راضی  
 ہی کا کام تھا۔  
 ”تم جانے سے پہلے شہلا بھائی سے ”دوا“ لی  
 ملاقات کرو پھر ہم دونوں کی پھر گواہیں کریں گی۔“  
 شہلا بھائی نے نکاح کے بعد اس کے گلے تھپ تھاتے  
 ہوئے اپنا بیٹ سے کہا تھا۔  
 ”تب میری بات سنئے۔“ وہ اس کو نکاح کی  
 اصل حقیقت بتاتا چاہتی تھی اس پر اپنی پوزیشن اپنی



حیثیت واضح کرنا چاہتی تھی مگر اسی وقت روانہ ہو کر  
 واپس آجائے گا۔  
 ”تھو شیل بھائی آگے“ شیل بھائی اسے  
 آگے چھوڑ کر سڑک الٹی ہوئی گھر کے لئے نکل گئیں۔  
 ”کیا مہل چل چکی ہیں؟“ اسے بھروسہ نظر آئے  
 چنانچہ دوبارہ دھڑکنے سے اس کی طرف بڑھا۔  
 وہ دھک کر پیچھے ہٹی۔

بلايا پھر ہے ہوش ملی چالیت کھلا کر سبے سلسلہ  
 ہے خبری میں انوار کے اسلام کیلئے کیا۔ یہ  
 "کنڈی کارروائی" کا نام دے کر نکاح کیا اور نظر  
 بعد حج کا وعید امن پیشا۔  
 "جھوٹ در جھوٹ" قریب در قریب "لفظ  
 ہو اور بیخ انسان ہے"

"خود ہی کی طرح"  
 ایک سو فی ظفر خاموشی سے سر جھکا کر سر جھکا  
 پہاڑ لیے میں بھی خاموش و بارش زار سر پہ ڈال کر  
 شعلت کر رہا تھا بول ستر اہست صلیبی دہی تھی  
 "چلو شکر ہے اسی بھانے لہن کی تیش کا سر تو

سزا اور جزا



[illegible]

ہاتھ پھیرتے ہوئے تکلف کا اظہار کیا۔ پھر انہوں نے  
 کوٹے میں دریا بک اٹھایا اور اس کی جانب سے ایک  
 انکار اس کی گوش زل وادہ سے بڑھنے لگا۔  
 "طلاق"۔ جیسے ایک چمکا سا سوال اور دریا  
 ساڑے تین بلورلی کی۔  
 "یہ کیا ہے"۔ اس نے یوں تکلف سے  
 گویا نہ چھڑا سکتے ہو۔  
 "مئی بلورلی سمجھ گیا تھا کہ خان کو پر حوصلہ  
 متند؟"

ہرگز سب کچھ ہی کرنا تھا تو مجھے پہلے پتہ ہے۔  
 ہرگز کچھ کر دینے سے شکوہ نہیں ہوتی۔  
 ہرگز کہیں گاؤں میں یہ بات بتا کر ٹانگہ رکھ کر عمل  
 نہ کر سکتا تو مجھے بھی راضی نہ ہو جس اس لیے کہ تم  
 خود سے فیصلہ کرنے لو اور اس پر قائم رہنے کی  
 جہت میں جس سے ضرور کوئی نرہ پڑ جائے میں لوہوں  
 اپنی بھائیوں سے کہہ سکتے ہیں کہ ایک۔  
 ہرگز اگر تم کراچ کے وقت طلاق کے بارے میں

محمد نہ کہ کسی بھی عقل مند سے توقع  
 ہو۔ "اے جس سے سائنس کے تجربہ کار اس کے  
 دلیل پر یقین رکھتا تھا اس میں بھی کچھ غلطی  
 تھی اور چاروں کی طرف سے ان کی ایک ایک بات  
 شریک کی یہ جھوٹی سرور ہو۔"  
 "میں ابھی ایسا ہی ہوں۔" اس نے اس کے  
 قہر سے کانٹا اڑا کر فوراً اٹھنے کو تیار ہو گئی تھی  
 اس نے اس کے گرد ایک فرش کرنا چاہی تھی مگر